علامہ عینی صاحبِ عمدۃ القاری

(۷۶۲ھ تا ۸۵۵ھ)

جناب عبد الرشید عراقی صاحب

صحیح بخاری کے شارحین میں ہر مذہب و مسلک کے ائمہ و فضلا شامل ہیں۔ جن میں سب سے زیادہ شہرت حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی (م ۸۵۲ھ) اور علامہ عینی (م ۸۵۵ھ) کو حاصل ہوئی۔

نام و نسب محمود نام، ابو محمد کنیت اور بدر الدین لقب تھا۔

ولادت ۲۶ رمضان المبارک ۷۶۲ھ کو عین میں پیدا ہوئے۔ اور اسی نسبت سے عینی کہلائے[1]

ابتدائی تعلیم ہوش سنبھالا تو سب سے پہلے عام دستور کے مطابق قرآن مجید حفظ کیا۔ اس کے بعد ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کی۔ آپ کے والد ماجد عین تاب میں منصب قضا پر فائز تھے۔ اپنے والد ماجد کے علاوہ علامہ عینی نے شمس الدین محمد الراعی اور ابن صالح بغدادی

---

[1] اعلام النبلاء جلد ۵ ص ۲۵۵ - شہر عین تاب ایک خوبصورت اور بڑا شہر ہے۔ جہاں پہاڑوں کے درمیان بنا ہوا ایک مستحکم قلعہ بھی ہے۔ یہ شہر باغات اور نہروں سے معمور ہے۔ یہاں بڑے بڑے بازار ہیں۔ یہ شہر حلب سے شمالی سمت تین مراحل پر واقع ہے۔

(تقویم البلدان - ص ۲۶۹)

سے بھی تحصیل علم کی[1] صرف، نحو، منطق و اصول، معانی و بیان کی کتابیں شیخ میکائیل حسام الرہاوی اور ابن محمود السراوی سے پڑھیں[2]۔

تحصیلِ علم کے لیے سفر عین تاب میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد تحصیلِ علم کے لیے دوسروں ملکوں کا سفر کیا۔ اور جن شہروں میں آپ تحصیلِ علم کے لیے تشریف لے گئے، اُن میں حلب، کفتا اور ملیلہ شامل ہیں۔ ان شہروں میں آپ نے جن اساتذہ و شیوخ سے تعلیم حاصل کی اُن کے نام یہ ہیں علامہ جمال الدین عطی، شیخ حیدر الرومی، شیخ ولی البہنی، شیخ علاؤ الدین اور شیخ بدر الکشانی[3]۔

تحصیلِ علم کے دوران ہی علامہ عینی کے والد ماجد کا ۷۸۴ھ میں انتقال ہوگیا۔ مگر آپ نے تعلیم جاری رکھی۔

حصولِ تعلیم کے بعد تکمیلِ تعلیم کے بعد سب سے پہلے علامہ عینی حج بیت اللہ سے مشرف ہوئے اور حج بیت اللہ کے بعد بیت المقدس تشریف لے گئے۔ وہاں آپ کی ملاقات مصر کے مشہور عالم علامہ سیرامی سے ہوئی۔

مصر میں قیام بیت المقدس میں آپ کی ملاقات علامہ سیرامی سے ہوئی اور بہت مجلسیں ہوئیں۔ علامہ سیرامی بہت بڑے عالم، حافظ، محدث، مؤرخ، مفسر اور جامعِ معقول و منقول تھے۔ علامہ عینی اُن کے تبحر علم سے بہت متاثر ہوئے۔ چنانچہ آپ نے علامہ سیرامی کا مستقل قُرب اختیار کر لیا۔ چنانچہ ۷۸۸ھ میں آپ علامہ سیرامی کے ساتھ قاہرہ تشریف لے گئے۔ اور وہاں آپ کو تدریس کی خدمت پر مامور کیا گیا۔ اور مصر میں آپ کا قیام علامہ سیرامی کی وفات (۷۹۰ھ) تک رہا۔

درس و افادہ قیامِ مصر کے دوران آپ نے حدیث و فقہ کا درس دیا اور آپ سے دور دراز

---

1. الضوء اللامع جلد ۱۰ ص ۱۳۱
2. البدر الطالع جلد ۲ ص ۲۹۴
3. البدر الطالع جلد ۲ ص ۲۹۴

ممالک کے تشنگانِ علم آپ کے چشمۂ فیض سے سیراب ہوئے۔ امام شوکانی (۱۲۵۰ھ) لکھتے ہیں:

استقر بالقاہرۃ ودرس فی مواطن منہا[1]

"وہ قاہرہ میں سکونت پذیر ہوگئے اور وہاں مختلف مقامات پر درس دیا"

آپ کے تلامذہ میں مختلف مسالک کے ائمہ شامل ہیں، جیسا کہ حافظ سخاوی نے لکھا ہے:

واخذ عنہ الائمۃ من کل مذہب طبقۃ بعد اخری بل اخذمتہ اہل الطبقۃ الثالثۃ وکنت ممن قرأ علیہ اشیاء[2]

" علامہ عینی سے یکے بعد دیگرے ہر مذہب کے ائمہ نے فیض حاصل کیا۔ بلکہ اُن سے طبقہ ثالثہ کے شیوخ نے بھی کسب فیض کیا۔ اور میں نے بھی اُن سے کچھ چیزیں پڑھی ہیں۔

امام شوکانی بھی علامہ سخاوی کی تائید کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

واخذ عنہ الطلبۃ من کل مذہب[3]

آپ سے ہر مذہب کے لوگوں نے استفادہ کیا۔

قیام مصر کے دوران میں آپ نے ایک مدرسہ کی بنیاد رکھی، جس کا نام "بدریہ" تھا۔ اس زمانہ میں آپ کے تبحر علمی کی شہرت چار دانگ عالم میں پھیل گئی۔ اور ہر سمت سے طالبانِ علم کا ہجوم استفادہ کے لیے اُمنڈ پڑا، جیسا کہ ابن عماد حنبلیؒ لکھتے ہیں:

اشتہر اسمہ وبعد صیتہ وافتی ودرس حتی انہ صار من اعیان الفقہاء الحنفیۃ[4] اُن کا نام مشہور ہوگیا، اور

---

[1] البدر الطالع جلد ۵ ص ۲۹۴

[2] الضوء اللامع جلد ۱ ص ۱۳۳

[3] البدر الطالع جلد ۲ ص ۲۹۴

[4] شذرات جلد ۷ ص ۲۸۷

دُور دُور تک اس کی شہرت پہنچ گئی ۔ انہوں نے درس و افتا کی ایسی خدمات انجام دیں کہ وہ کبار فقہائے احناف میں شمار کیے جانے لگے ۔

تبحر علمی اور جامعیت آپ کو جملہ فنون میں مہارت تامہ حاصل تھی ۔ علمائے وقت نے آپ کے تبحر علمی کا اعتراف کیا ہے ۔

امام ابن تغری بردی (م ۸۷۴ھ) جو کہ آپ کے مشہور تلامذہ میں سے ہیں، لکھتے ہیں کہ :

" علامہ عینی متعدد علوم میں ماہر تھے ۔ وہ ایک متقن تھے اور فقہ و اصول، نحو، صرف اور لغت کے فاضل تھے ۔ ان کے علاوہ اور علوم میں بھی دستگاہ رکھتے تھے ۔ بالخصوص تاریخ میں اعجوبہ روزگار تھے ۔ معقولات و منقولات میں ید طولیٰ حاصل تھا ۔ شاید ہی کوئی ایسا علم ہوگا جس میں وہ پوری مہارت نہ رکھتے ہوں [۱] "

حافظ سخاوی لکھتے ہیں کہ :

" وہ امام، عالم اور عربیت کے ماہر تھے ۔ تاریخ اور لغت کے حافظ اور بہت سے فنون کے جامع تھے ۔ نظم و نثر دونوں میں ان کا مقام بہت بلند تھا [۲] "

مولانا عبدالحی لکھنوی (م ۱۳۰۴ھ) لکھتے ہیں ۔

" عینی کو تخریج احادیث اور اُن کے معانی کی وضاحت میں کامل عبور حاصل تھا اور وہ تمام علوم پر وسیع نظر رکھتے تھے [۳] "

دوسرے کمالات علامہ عینی میں علمی کمالات کے ساتھ ساتھ اور بھی کمالات تھے ، خوشنویس بھی تھے ، عربی کے علاوہ ترکی زبان پر پورا عبور تھا ۔ جیسا کہ عماد حنبلی نے لکھا ہے کہ :

" علامہ عینی عربی اور ترکی دونوں زبانوں میں ماہر اور فصیح اللسان تھے [۴] "

---

[۱] اعلام النبلاء جلد ۵ ص ۲۵۸

[۲] الضوء اللامع جلد ۱۰ ص ۱۳۳

[۳] الفوائد البہیہ ص ۸۶

[۴] معجم المطبوعات جلد ۲ ص ۱۴۰۳۰

چنانچہ آپ اپنی عربی تاریخ بادشاہ وقت ملک اشرف کو ترکی میں ترجمہ وتفسیر کرکے سنایا کرتے تھے۔ اور ملک اشرف آپ کا بہت قدردان تھا ۔ اور آپ کی قرأت کو بہت پسند کرتا تھا۔[1]

امراء سے تعلقات علامہ عینیؒ کے امرائے وقت اور اعیانِ سلطنت سے اچھے تعلقات تھے۔ گو اس دور کے اربابِ دعوت وعزیمت اور علماء وفضلاء کی ایک بڑی جماعت نے اعیانِ حکومت اور اصحابِ دول سے بے تعلقی اور بے اعتنائی کی ایسی شاندار مثالیں قائم کی ہیں جو ہر زمانہ میں دلیلِ راہ کا کام دیتی ہیں۔ لیکن عینی کا کمال یہ تھا کہ انہوں نے قصرِ دربار میں رہ کر نہ صرف اپنے دامن کو تر ہونے سے محفوظ رکھا، بلکہ ان اعیانِ حکومت کی اصلاح کی بھی کامیاب کوششیں کیں۔ اس لیے عینی کا امراء سے تقرّب بھی درحقیقت دین کے لیے تھا۔ چنانچہ ملک اشرف کو جو آپ سے خصوصی تعلق رکھتا تھا، دین کی طرف متوجہ کرتے رہتے تھے۔ خود ملک اشرف کو اس کا اعتراف تھا وہ کہتا تھا کہ "اگر عینی نہ ہوتے تو ہم مسلمان نہ ہوتے"۔[2]

اور آپ کے تلمیذ رشید ابن تغری بردی لکھتے ہیں کہ:

"ملک اشرف علامہ عینی سے دینی امور اور عبادات وغیرہ کے سلسلہ میں جو سوالات کرتا تھا۔ علامہ عینی اس کو اس سہولت سے جواب دیتے جو اُس کی سمجھ میں آسانی سے آجاتے وہ اُن سے انتہائی حُسنِ سلوک کرتا تھا۔ حتیٰ کہ میں نے بعض وقت اشرف کو کہتے ہوئے خود سُنا ہے کہ اگر علامہ عینی نہ ہوتے تو ہم پورے مسلمان نہ ہوتے"۔[3]

اس بیان سے یہ حقیقت ظاہر ہوجاتی ہے کہ آپ کے شاہانِ وقت سے تعلقات دینی فوائد کے پیشِ نظر تھے۔ اور حقیقت میں عینی کی ذات "جامِ شریعت" اور "سندانِ عشق" کی جامع تھی۔

---

[1] معجم المطبوعات جلد ۲ ص ۱۴۰۳۰

[2] الضوء اللامع جلد ۱۰ ص ۱۳۲

[3] اعلام النبلاء جلد ۵ ص ۲۵۷

منصب قضا اور دوسرے مناصب امراء اور سلاطینِ وقت سے تعلق کی بنا پر علامہ عینی مختلف اوقات میں مختلف منصبوں پر مامور ہوئے۔ چنانچہ ملک اشرف کے زمانہ میں قضا کے علاوہ محکمہ احتساب اور جیل کے نگران بھی آپ تھے۔

حافظ سخاوی لکھتے ہیں کہ "عینی سے پہلے قضا، احتساب اور جیل کی نگرانی کے عہدے بیک وقت کسی ایک شخص میں جمع نہ ہوئے"[1]

وفات نصف صدی سے زیادہ علم و عمل اور فہم و دانش کے چراغ روشن کر کے اور اس کے ساتھ تمام عہدوں سے علیحدگی اختیار کر کے خلوت گزیں ہو گئے۔ اور تصنیف و تالیف کا شغلہ اختیار کیا اور یہ زمانہ آپ کا بڑی تنگ دستی میں گذرا اور آخری عمر میں جائداد اور کتابیں فروخت کرنے کی نوبت آگئی۔

حافظ سخاوی کا بیان ہے:-

"اور وہ اپنی موت تک برابر تصنیف و تالیف میں مشغول رہے۔ مگر جیلوں کی نگرانی سے علیحدگی کے بعد املاک اور کتابوں کی فروخت کرنے کی نوبت آگئی۔ صرف وہ کتابیں محفوظ رہیں جو انہوں نے مدرسہ کے لیے وقف کی تھیں۔ یہ بھی بڑی تعداد میں تھیں"[2]

اسی حالت میں ۴ ذی الحجہ ۸۵۵ھ کو علم و عمل کا یہ خورشید درخشاں پوری صدی سے زائد تک دنیائے علم پر ضیا پاشی کرنے کے بعد غروب ہو گیا۔[3]

دوسرے دن نماز جنازہ ادا کی گئی اور قاہرہ میں آپ کے مدرسہ میں آپ کو سپردِ خاک کیا گیا۔ صاحب المنہل رقمطراز ہیں کہ "اُن کے جنازہ میں بڑا اژدحام تھا۔ اور عوام نے اُن کی رحلت

---

[1] الضوء اللامع جلد ۱۰ ص ۱۳۳

[2] حسن المحاضرہ جلد ۱ ص ۲۱۰ - البدر الطالع جلد ۲ ص ۲۹۵

[3] اعلام النبلاء جلد ۵ ص ۲۵۸

کا بڑا غم منایا"[۱] اور حافظ سخاوی لکھتے ہیں:۔

"عینی کی رحلت کا بڑا غم منایا گیا۔ کیونکہ ان کے بعد اُن جیسی جامع شخصیت نہیں پیدا ہوئی"[۲]

تصنیفات علامہ عینی نے ہر فن میں بہت سی کتابیں لکھی ہیں۔ کثرتِ تصانیف میں ان کی نظیر معاصرین میں حافظ ابن حجر کے علاوہ شاذ ونادر ہی مل سکتی ہے۔ مگر ان کی تصانیف کو ان کی زندگی میں اتنی شہرت اور مقبولیت حاصل نہیں ہوسکی، اس لیے نسبتاً کم ہی ان کی کتابوں کے نام ملتے ہیں۔

حافظ سخاوی لکھتے ہیں:۔

"عینی نے بکثرت کتابیں تصنیف کیں۔ حتیٰ کہ اپنے شیخ (حافظ ابن حجر) کے بعد مجھے کثرت تصانیف میں کسی نظیر کا علم نہیں"[۳]

علامہ شوکانی (م ۱۲۵۰ھ) لکھتے ہیں:۔

"تصانیفه کثیرة جداً"[۴]

امام سیوطی (م ۹۱۱ھ) لکھتے ہیں:

"له مصنفات کثیرة"[۵]

تاہم ان کی مشہور تصانیف کا تعارف ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

۱۔ عمدة القاری جیسا کہ شروع مضمون میں میں نے لکھا ہے کہ صحیح بخاری کے شارحین میں ہر مسلک کے ائمہ وفضلا شامل ہیں۔ سب سے زیادہ شہرت حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی صاحب

---

[۱] اعلام النبلا جلد ۵ ص ۲۵۸

[۲] الضوء اللامع جلد ۱۰ ص ۱۳۳

[۳] الضوء اللامع جلد ۱۰ ص ۱۳۳

[۴] البدر الطالع جلد ۲ ص ۲۹۴

[۵] بغیة الوعاة فی طبقات اللغویین والنحاة ص ۳۸۶

فتح الباری اور علامہ بدرالدین عینی حنفی کو حاصل ہوئی ۔ یہ صحیح ہے کہ حافظ صاحب کی فتح الباری ان کی زندگی ہی میں قبولیت کے عروج پر پہنچ گئی تھی ۔ لیکن علامہ عینی کی عمدۃ القاری بھی اپنی گوناگوں فنی وعلمی خوبیوں کی بنا پر صحیح بخاری کی دیگر تمام شروح کے مقابلہ میں ممتاز حیثیت رکھتی ہے اور بدرالدین بخاری کی جتنی بھی شروح لکھی گئی ہیں ۔ وہ سب درحقیقت بنیادی طور پر ان ہی دونوں شرحوں کے محور کے گرد گردش کرتی ہیں ۔

علامہ عینی کو اس معرکۃ الآرا تصنیف سے بہت شہرت ومقبولیت حاصل ہوئی اور یہ کہنا حقیقت پر مبنی ہے کہ اگر عینی اس کتاب کے علاوہ اور کوئی دوسری کتاب نہ لکھتے تو یہی ایک کتاب ان کے علو مرتبت اور علمی جلالت کے لیے کافی ہوتی ۔ علامہ عینی نے یہ شرح ۸۲۱ھ میں لکھنی شروع کی اور ۸۴۷ھ میں پایہ تکمیل کو پہنچی [1]۔

عمدۃ القاری کی خصوصیات

حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں اپنے مسلک میں تشدد کی بنا پر حنفیہ پر جابجا تعصبات واعتراضات کیے ہیں ۔ اس لیے اس بات کی ضرورت تھی کہ کوئی معاصر اہلِ علم حنفیہ کی جانب سے ان کا دفاع کرے ۔ چنانچہ علامہ عینی نے عمدۃ القاری میں حافظ ابن حجر کے تمام اعتراضات کے جوابات دیے اور یہ بیان کیا جاتا ہے کہ جب عمدۃ القاری حافظ ابن حجر کے سامنے پیش کی گئی تو انہوں نے اس کے مطالعہ کے بعد حنفیہ پر کیے گئے بہت سے تعقبات سے رجوع کر کے اس کی اصلاح کر لی تھی اور جن مسائل میں اپنی رائے پر قائم رہے، ان کے رد میں انتقاض الاعتراض کے نام سے ایک کتاب لکھنی شروع کی جو نامکمل رہ گئی ۔

علامہ عینی نے اپنی شرح میں فتح الباری سے خاصا استفادہ کیا ہے، بلکہ حافظ سخاویؒ کے بیان کے مطابق بعض جگہ پورے پورے صفحات نقل کر دیے ہیں ۔

ایک موازنہ

عمدۃ القاری اپنی بعض خصوصیات میں حافظ ابن حجر کی فتح الباری سے ممتاز ہے ۔ حافظ ابن حجر نے بعض ضروری چیزیں اپنی شرح میں چھوڑ دی تھیں ۔ علامہ عینی نے ان تمام پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے جس سے اس شرح کی دقعت وافادیت میں بہت اضافہ ہو گیا ہے ۔

(باقی)

---

[1] سیرۃ البخاری ص ۲۱۸ ۔